اُردو خلاصے

طرفۃ الفقہا: جنوبی ایشیا میں فقہِ حنفی کی ایک گم نام مثنوی

گوہر اقبال / غلام مصطفیٰ

علامہ رکن الدین دہلوی، چشتی نظامی سلسلہ کے مشہور شیخ طریقت حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے مرید اور شاگردوں میں سے ہیں۔ انھوں نے سلطان فیروز شاہ تغلق کے عہد حکومت (۱۳۵۱۔۱۳۸۸ء) میں طرفۃ الفقہا کے نام سے ایک ضخیم فقہی مثنوی لکھی، جس کا براہ راست تعلق حنفی فقہی دبستان سے ہے لیکن اس میں بعض مقامات پر دیگر فقہی مکاتب کی اختلافی آرا بھی موجود ہیں۔ شاعر نے اپنے جیّد اساتذۂ کرام کا بھی ذکر خیر کیا ہے۔ علم و عرفان سے مامور حضرت نصیر الدین چراغ دہلی کی خانقاہ کا والہانہ ذکر بھی شامل ہے جس نے مثنوی کی تاریخی اور تہذیبی اہمیت میں اضافہ کیا ہے۔ علامہ رکن الدین نے مثنوی کو پند نامہ قرار دیا ہے۔ اس کے ابواب کی تعداد تین سو پینتیس ہے اور اس یہ لگ بھگ پندرہ ہزار دو سو اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ اہم فقہی ماخذ ۱۳۸۳ء میں مکمل ہوا۔ اس تحقیقی مقالے میں طرفۃ الفقہا جیسے قدیم اور اہم علمی و ادبی ماخذ کا تعارف اور تجزیہ و تحقیق پیش کیا گیا ہے۔ ان گم نام شاعر کے حالاتِ زندگی جو انھوں نے متن میں درج کیے ہیں، انھیں سامنے لایا گیا ہے۔ مثنوی کے زبان و بیان کا جائزہ بھی پیش کیا گیا ہے۔

شاہ وجیہ الدین علوی گجراتیؒ، احوال و خدمات علمی و روحانی

احسان احمد / محمد ظہیر بابر

شاہ وجیہ الدین علوی گجراتیؒ سلسلہ شطاریہ کے اہم ترین بزرگان دین میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ گجرات (بھارت) کے علاقے چاماپانیر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد قاضی سیّد نصر اللہ سلطان محمود بیگڑہ (۱۴۴۵۔۱۵۱۱ء) کے آخری زمانے میں چاماپانیر کے قاضی کے عہدے پر فائز ہوئے۔ شاہ وجیہ الدین گجراتیؒ برصغیر کی عظیم روحانی شخصیت شاہ محمد غوث گوالیاریؒ کے مرید تھے۔ شاہ وجیہ الدین بڑے صاحب ذوق اور صدق و اخلاص والی شخصیت کے مالک تھے۔ ہندوستان کے گوشے گوشے سے طالبانِ علم اور دردمندان روحانیت ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنی علمی پیاس بجھاتے۔ شاہ عبد اللہ علوی احمد آبادی، سیّد صبغت اللہ بھڑوچی،

شیخ محمد بن فضل اللہ برہان پوری، قاضی جلال الدین ملتانیؒ شیخ عبد اللہ گوالیاری، سیّد جلال ماہ عالم، محمد غوثی شطاری مانڈوی، شیخ احمد گجراتی جیسی نابغہ روزگار شخصیات ان کے تلامذہ اور خلفائے کبار میں شمار ہوتے ہیں۔

مولوی فیروز الدین فیروز ڈسکوی اور اُن کی لغات نگاری

امجد علی شاکر

مولوی فیروزالدین ڈسکوی اورینٹل کالج، لاہور کے فارغ التحصیل عالم فاضل شخصیت تھے۔ انھوں نے بیسیوں کتابیں لکھیں، ان کا دائرۂ کار بہت وسیع ہے۔ انھوں نے اسلامیات کے مختلف شعبوں تقابل ادیان، دعوت دین، فقہ، حدیث اور بہت سے دیگر دینی علوم پر قلم اٹھایا اور بہت شہرت پائی۔ وہ اپنے اسلوبِ بیان میں لکھتے تھے اور کافی مقبول علمی شخصیت تھے۔ انھوں نے اردو، عربی اور فارسی کی لغات لکھیں۔ عربی اور فارسی کی لغات دولسانی یعنی عربی سے اردو اور فارسی سے اردو تھیں۔ اردو لغات یک زبانی ہے یعنی اردو سے اردو۔ وہ لغات نگاری کا گہرا شعور رکھتے تھے۔ اُن کی لغات اب بھی اپنے علمی حوالے کے باعث پڑھی جاتی ہیں۔ انھوں نے اردو لغات میں ادبی اصطلاحات اور علم عروض پر بھی تفصیل سے لکھا۔ یہ لغات کسی بھی قاری کو قدیم ادبی اصطلاحات اور علم عروض پر جامع معلومات فراہم کرتی ہیں۔ مولوی فیروز الدین کے ایک ہم نام مولوی فیروز الدین، لاہور سے تعلق رکھتے تھے جن کے نام سے **فیروز اللغات** شائع ہو رہی ہیں۔ مولوی فیروز الدین ڈسکوی کی فرہنگیں ان ناموں کے سامنے دب گئی ہیں اور ان کی شہرت کم ہو گئی ہے۔ اس کے باوجود اُن کی لغات اپنی علمی افادیت رکھتی ہیں اور ان سے استفادے کا سلسلہ جاری ہے۔ ۷۷

قیام پاکستان سے قبل اردو ناول میں خاندانی نظام کی پیش کش

عائشہ غفور

تقسیم ہند (۱۹۴۷ء) سے قبل اردو ناول میں جس خاندانی نظام کو پیش کیا گیا، وہ زرعی نظام زندگی کا عطا کردہ مشترکہ خاندانی نظام تھا۔ یہ مشترکہ خاندانی نظام خاندانی رشتوں کی اولیت کا قائل اور باہمی انحصار پر زور دینے والا تھا۔ اس نظام میں محبت، وفاداری اور قربانی بنیادی عقائد کا درجہ رکھتے تھے۔ بعد ازاں زرعی نظام سے صنعتی نظام کی طرف مراجعت کرتے ہوئے ہندوستانی خاندانی نظام کو جن اقتصادی و معاشرتی مسائل کا

سامنا تھا ان بیشتر مسائل کا سبب یہی مشترکہ خاندانی نظام ٹھہرا۔ اس لیے اردو ناول مشترکہ خاندانی زندگی کا معترف بھی رہا اور نقاد بھی۔ یوں اردو ناول قیام پاکستان سے قبل اصلاح خاندان سے آغاز کرتے ہوئے معاشرے میں بسنے والے مشترکہ خاندانوں کی دگرگوں صورت حال کا عکس بن گیا۔

حلقۂ ارباب ذوق کی تنقید نگاری

آسیہ اکرم

حلقۂ ارباب ذوق کا آغاز ۱۹۳۹ء میں ہوا لیکن ادبی تحریک بننے میں اسے پانچ سال لگ گئے جب ۱۹۴۴ء میں میرا جی حلقے میں شامل ہوئے۔ انھوں نے حلقے کے تنقیدی مزاج کا تعین کیا جس سے حلقہ نے بہت تیزی سے ارتقائی منازل طے کیں۔ حلقے نے ترقی پسند مصنفین کے ساتھ اُردو میں تنقید کی ثروت مند ثقافت کو فروغ دیا۔ محمد حسن عسکری، مظفر علی سید، افتخار جالب، جیلانی کامران، وزیر آغا، سجاد باقر رضوی، سہیل احمد خان اور دیگر بہت سے نقادوں نے اُردو تنقید کی روایت کو مضبوط کیا اور علمی مباحث کا آغاز کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ حلقۂ ارباب ذوق لاہور کا اُردو تنقید میں حصہ کسی بھی دوسری تنظیم یا تحریک سے زیادہ ہے۔

احمد ندیم قاسمی اور اقبال کی ذہنی ہم آہنگی

منیر حسین

اقبال سے اکتساب فیض حاصل کرنے والوں کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے جب کہ اقبال نے خود بھی داغ کی شاگردی اختیار کی۔ احمد ندیم قاسمی نے جس ماحول میں آنکھ کھولی وہ زمانہ افکارِ اقبال کی مہک سے مسحور تھا۔ تحریک آزادی پاکستان میں افکار اقبال نے ہراول دستے کا کام کیا۔ قاسمی کا اس زمانے میں افکار اقبال سے متاثر ہونا کوئی اچھنبے کی بات نہیں، انھوں نے شعوری اور لاشعوری طور پر فکر اقبال سے ارتباط کیا۔ ان کی شاعری اور نثر افکار اقبال کے ذہنی اور فکری خیالات سے ہم آہنگ ہے۔ اُن کی شاعری کے علاوہ نثری تصنیف **معنی کی تلاش** مستقل اقبال شناسی کا حوالہ ہے۔ وہ ایک ترقی پسند شاعر ہوتے ہوئے بھی افکارِ اقبال سے مستفیض ہوتے رہے اور اس کا اقرار بھی مختلف مواقع پر کیا۔ ان کا رسالہ **فنون** اقبال شناسی کی ایک مضبوط و مربوط روایت کا امین ہے۔

اورینٹل کالج میگزین، جلد۹۸، شمارہ۳، مسلسل شمارہ:۳۶۹، سال ۲۰۲۳ء

اظہر جاوید کی شخصیت نگاری

محمد فیصل شہزاد

اظہر جاوید کا نام اردو ادب میں کئی حوالوں سے منفرد اور نمایاں ہے۔ اظہر جاوید بہ یک وقت معروف مدیر، محقق، شاعر، افسانہ نگار، کالم نگار، مترجم، ادیب اور صحافی تھے۔ وہ ۴ جنوری ۱۹۳۸ء کو راول پنڈی میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک پختہ نقاد تھے جب کہ انھوں نے تمام اصناف ادب میں طبع آزمائی کی۔ ان کے شخصی مضامین تنقیدی شعور اور بصیرت سے لب ریز ہیں۔ ان کے مضامین گو کہ تعداد میں کم ہیں مگر ادبی اعتبار سے بہت نمایاں ہیں۔ ان کے یہ مضامین اردو ادب کے مختلف رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔ زیرِ نظر مقالہ ان کے مضامین کے تنقیدی جائزے پر مشتمل ہے۔

وباؤں کے دوران معمولات زندگی عزیمت و رخصت کے اُصولوں کا اِطلاقی مطالعہ

حافظ فدا حسین / سجاد حسین

انسان جس دنیا میں رہتا ہے وہ ایک قدرتی اور سائنسی نظام کے طور پر مانی جاتی ہے خود انسان بھی ایک قدرتی مخلوق ہے جسے آسانی اور مشکل میں زندگی گزارنے کے لیے ایک فطری ضابطہ حیات چاہیے۔ اسلامی شریعت کا مطلب بھی انسان کو نفع پہنچانا اور اسے نقصان سے بچانا ہے۔ عزیمت ہر شخص کے لیے ہر عمل میں ضروری ہے جب کہ رخصت اس کے برعکس ہے۔ رخصت ایک عارضی اجازت ہے جو اللہ تعالیٰ مشکل وقت کے دوران کسی خاص وجہ مثلاً قحط، یا وبا وغیرہ کی صورت میں عطا فرماتا ہے۔ وباؤں کے دوران زندگی کے معمولات کو برقرار رکھنے کے لیے عزیمت اور رخصت کے اصولوں کا اطلاق ضرور ہوتا ہے۔ ان اصولوں سے عدم واقفیت کی وجہ سے وبا مثلاً کرونا کے دوران افراد اور ادارے پیدا ہونے والے مسائل کو حل کرنے کے قابل نہیں رہے۔ رخصت کی وجوہات میں سفر، بیماری، نسیان، جہالت، مجبوری، ناقابل برداشت سخت کام اور عدم قابلیت وغیرہ شامل ہیں۔ اس کی اجازت تب ہوتی ہے جب مناسب وجہ موجود ہو، بہ صورت دیگر اس کی مذمت کی جاتی ہے۔ وبائیں مختلف بیماریوں کی شکل میں خاص وقفوں سے بار بار آتی رہتی ہیں۔ کرونا ان میں سے ایک ہے۔ اس کی وجہ سے لاکھوں افراد مر گئے اور اس نے انسان کو بے بس کر دیا۔ اس کے اثرات عقائد اور اعمال دونوں پر پڑے۔ اس نے معاشرتی، معاشی، سیاسی نظاموں کو بھی

متاثر کیا۔ اسلام کے عزیمت اور رخصت کے اصول ایسی حادثاتی صورت حال کے لیے بہترین ہیں۔ اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ انسانیت کی بھلائی کے لیے ان اصولوں سے نہ صرف مسلمانوں بل کہ غیر مسلموں کو بھی آگاہ کرنا چاہیے۔

جدید ترک اور اردو نظم کی شعریات: ایک تقابلی مطالعہ

احتشام علی

عالمی ادب میں تقابلی مطالعات کا آغاز انیسویں صدی کے اوائل سے ہوا اور بیسویں صدی میں اِسے ایک الگ ضابطۂ علم کے طور پر جامعات کا حصہ بنایا گیا۔ اردو ادب میں تقابلی مطالعات کے ضمن میں ابھی تک زیادہ وقیع کام اُبھر کر سامنے نہیں آسکا، جس کی ایک وجہ دوسری زبانوں کے ادبی تراجم کی اردو میں عدم دست یابی بھی ہے۔ جدید تُرک اور اردو نظم کا آغاز کم وبیش ایک ہی زمانے میں ہوا لیکن سیکڑوں برس کے تہذیبی اور ثقافتی روابط کے باوجود جدید ترک نظم کو اردو کے قالب میں ڈھالنے کی مربوط کوششیں نہیں کی گئیں۔ اِس مقالے میں آسمان بیلن کی ۲۰۲۳ء میں ترجمہ کردہ جدید ترک شاعری کے انتخاب کو بنیاد بنا کر اس کا تقابل جدید اردو نظم سے کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

غلام باغ - علامتوں کا ایک جہان

اقرا غفار / محمد ممتاز خان کلیانی

مرزا اطہر بیگ ایک مابعد جدید مصنف ہیں۔ **غلام باغ** ان کا پہلا مابعد جدید ناول ہے۔ افسانے میں علامت نگاری کا رجحان آمریت کے دور کی پیداوار ہے۔ **غلام باغ** تاریخ کو نئے علامتی عناصر کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ اس مضمون میں ان علامتوں کے مطلوبہ مفہوم کو واضح کیا گیا ہے۔ **غلام باغ** کے متن کو دریدا کی تھیوری کے حوالے سے غور سے پڑھا گیا ہے کہ آیا اسے مابعد جدید ناول کہنا مناسب ہو گا یا نہیں۔